1- خلافت عثمانیہ

سلطنت عثمانہ سب سے زیادہ پائیدار اور وسیع سلطنت تھی جو تاریخ اسلام میں ترکی زبان بولنے والی ایک قوم نے قائم کی، اور جو اسلامی دور کی متاخر صدیوں میں صورت پذیر ہوئی، اس سلطنت کا اصلی مرکز ایشیائے کوچک تھا جو اسلامی دینا کے انتہائی شمال مغربی گوشے میں واقع ہے، اس سلطنت کی تاریخ کو پانچ ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1.1- پہلا دوار: تشکیل تنظیم

پہلا دور تشکیل و تنظیم کا ہے، عثمان اول (۱۲۹۹ء تا ۱۳۲۶ء) اور خان (۱۳۲۶ء تا ۱۳۰۹ء) مراد اول (۱۳۰۹ء تا ۱۳۸۹ء) اور بایزید اول (۱۹۸۳ء تا ۱۴۰۲ء)، یہ دور اس طرح اختتام پذیر ہوا کہ جولائی ۱۴۱۳ء میں بایزید کے لڑکے محمد نے اپنے بھائی موسیٰ پر فتح پائی۔

1.2- دوسرا دور: توسیع و ترقی

دوسرا دور توسیع و ترقی کا ہے، جس میں سلطنت بحال ہوئی اور اپنی انتہائی وسعت اور ترقی کو پہنچی، اس میں مندرجہ ذیل فرماں روا شامل ہیں۔

محمد اول (۱۴۰۳ء تا ۱۴۲۱ء)، مراد ثانی (۱۴۲۱ء تا ۱۴۵۱ء)، محمد ثانی فاتح (۱۴۵۱ء تا ۱۴۸۱ء)، بایزید ثانی (۱۴۸۱ء تا ۱۵۱۲ء) سلیم اول ۱۵۱۲ء تا ۱۰۲۰ء) اور سلیمان اول قانونی (۱۸۲۰ء تا ۱۵۶۶ء)

1.3- تیسرا دور: سلطنت مما لک محروسہ پر قابض

تیسرے دور میں سلطنت مما لک محروسہ پر قابض رہی تا آنکہ ہنگری کا ملک ہاتھ سے نکل گیا۔ اس میں مندرجہ ذیل حکمران آگے ہیں۔

سلیم ثانی (۱۵۶۶ء تا ۱۵۷۴ء)، مراد ثالث (۱۵۷۴ء تا ۱۰۹۰ء)، محمد ثالث (۱۰۹۵ء تا ۱۶۰۳)، احمد اول (۱۶۰۳ء تا ۱۶۱۷)، مصطفیٰ اول (۱۶۱۷ء تا ۱۶۱۸)، عثمان ثانی (۱۶۱۸ء تا ۱۶۲۲)، مصطفیٰ اول، باردوم (۱۶۱۷ تا ۱۶۲۳)، مراد رابع (۱۶۲۳ء تا ۱۶۴۰)، ابراہیم (۱۶۴۰ء، ۱۶۴۸)، محمد رابع (۱۶۴۸ء تا ۱۶۸۷ء)، سلمان ثانی (۱۴۹۱ء تا ۱۴۹۵ء) اور مصطفیٰ ثانی (۱۶۹۵ء تا ۱۷۰۳ء)

1.4- چوتھا دور: بتدریج کمزور اور غیر مستحکم دور

چوتھے دور میں سلطنت بتدریج کمزور ہوتی گئی اور قومی بان گزار امیروں نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اس دور کے خلفاء یہ ہیں۔

احمد ثالث (۱۷۰۳ء تا ۱۷۳۰ء)، محمود اول (۱۷۳۰ء تا ۱۷۵۴ء) عثمان ثالث (۱۷۵۴ء تا ۱۷۵۷ء)، مصطفیٰ ثالث (۱۷۵۷ء تا ۱۷۷۴ء)، عبد الحمید اول (۱۷۷۴ء تا ۱۷۷۹ء)، سلیم ثالث (۱۷۸۹ء تا ۱۸۰۷)، مصطفیٰ رابع (۱۸۰۷ء تا ۱۸۰۸ء)، محمود ثانی (۱۸۰۸ء تا ۱۸۳۹ء)

1.5- پانچواں دور: تنظیمات

پانچواں دور تنظیمات کا ہے جس میں مغربی تہذیب وتمدن اور نظام حکومت کے اثرات نے ملک کے روایتی نظام اور طرز فکر کو تہ وبالا کر دیا۔ اس دور کے خلفاء یہ ہیں۔

عبد الحمید (۱۸۳۹ء تا ۱۸۶۱ء)، عبد العزیز (۱۸۶۱ء تا ۱۸۷۸ء) مراد خامس ۱۸۷۶ء، عبد الحمید ثانی (۱۸۷۶ء تا ۱۹۰۹ء)، محمد خامس (۱۹۰۹ء تا ۱۹۱۸ء) اور محمد سادس (۱۹۱۸ء تا ۱۹۲۲ء)۔ ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۳ء سے مصطفیٰ کمال پاشا کی صدارت میں جمہوری حکومت قائم ہوئی۔

1.6- خلافت عثمانیہ کا خاتمہ اور سیکولرزم کا آغاز

پہلی جنگ عظیم کہنے کو تو یورپ کی جنگ تھی۔ لیکن اس سے عالم اسلام میں جو نشیب وفراز آئے ان کی مثال مسلمانوں کی ۱۳ صدیوں کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس وقت کی عظیم مسلم طاقت اور خلافت پر متمکن، سلطنت عثمانیہ کا جنگ میں مرکزی قوتوں کا ساتھ دینے کا فیصلہ ایک متنازعہ امر شمار ہوتا ہے، کیونکہ آخر وقت تک عثمانی قیادت اس مخمصے میں تھی کہ جنگ میں حصہ لیں یا نہ لیں اور کس کا ساتھ دیں کس کا نہ دیں، لیکن گمان یہ ہے کہ اس فیصلے کے پیچھے انگریزوں اور یہودیوں کا ہاتھ تھا۔ یہودی راہنما جنہیں برطانیہ کی تائید حاصل

تھی۔اس سے قبل یروشلم کا کنٹرول حاصل کرنے کی ناکام کوشش کرتے رہے تھے،یہاں تک کہ اسے خریدنے کی کوشش بھی کی گئی،لہذا جنگ میں برطانیہ کے پیش نظر ایک اہم مقصد مسلمانوں کو کمزور کر کے فلسطین میں یہودی ریاست قائم کرنا بھی تھا۔

عثمانی قیادت جنگ میں سارے عالم اسلام کو ساتھ لینا چاہتی تھی۔ چنانچہ سلطنت عثمانیہ کے شیخ الاسلام نے 23 نومبر 1914 کو اتحادی طاقتوں کے خلاف لڑنے کا فتویٰ جاری کیا۔لیکن برطانیہ عرب قومیت کو ہوا دے کر مسلمانوں کی اس عالم گیر قوت میں شگاف ڈالنے میں کامیاب ہوگیا۔ جنگ شروع ہونے کے دو سال کے اندر برطانیہ کی شہ پر شریف حسین نے ترکوں کے خلاف بغاوت کر کے مسلمانوں کے مرکز،حجاز پر اپنی حکومت قائم کر لی،مکہ اور مدینہ ہاتھ سے نکل جانے سے عثمانی قیادت کو زبردست دھچکا لگا۔ برطانیہ نے اگلا قدم یہ اُٹھایا کہ عراق اور ماورائے اُردن کی بادشاہی حسین کے دو بیٹوں کو سونپ دی۔ 1919ء تک برطانوی جرنیل ایلن بی،عرب فوجوں کو لے کر لڑتا ہوا یروشلم جا پہنچا۔لیگ آف نیشنز نے فلسطین پر برطانوی تسلط کی توثیق کر دی۔

جنگ میں سلطنت عثمانیہ کو بری طرح شکست ہوئی،اتحادی اس جنگ میں بڑی چالاکی سے مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے میں کامیاب رہے۔ برطانیہ اور فرانس نے ہندوستان کے مسلمانوں اور عربوں کو ساتھ ملا کر انہیں ترک مسلمان بھائیوں کے خلاف لڑا دیا جس سے عالم گیر مسلمان بھائی چارے کی بنیادیں ہل گئیں۔

ادھر داخلی سطح پر ترکی کی قوم پرست قوتیں 50 سال سے سلطان کے خلاف نبرد آزما تھیں۔ ترکی کی قوم پرست قومیں، سلطنت عثمانیہ کے مقابلے میں مغربی تہذیب و تمدن کی برتری کا باعث سیکولرزم کو قرار دیتی تھیں۔چنانچہ،سلطنت عثمانیہ کو داخلی اور خارجی دونوں سطح پر غیر مستحکم کرنے کی کوششیں جن کے پیچھے یہود اور برطانیہ کا ہاتھ تھا،کامیاب ہوئیں اور آخر کار 2 مارچ 1924ء کو ترکی کی مجلس ملی کبیر (گرینڈ نیشنل اسمبلی) نے ایک فرمان کے ذریعے منصب خلافت کو منسوخ کر دیا۔اور خلیفہ کو معزول کر دیا۔ 20 اپریل 1931 کے آئین کے بعد سے ترکی ایک جمہوری سلطنت بن گیا۔ مصطفیٰ کمال پاشا اس کے اولین صدر منتخب ہوئے۔حکمرانوں نے ملک کو سیکولرزم کی راہ پر لگا دیا۔ مذہبی تعلیم ممنوع قرار دی گئی۔صوفیاء کی خانقاہوں کو بند کر دیا گیا۔عربی رسم الخط کو حکماً ترک کر دیا گیا۔ اذان،نماز اور دعا ترکی زبان میں پڑھنے کا فیصلہ ہوا۔

2-اسلامی بیداری اور احیاء کے لیے کوششیں

خلافت عثمانیہ کے بعد ترکی جمہوریہ کا قیام عمل میں آیا تو معاشرت وسیاسی اور فکر ونظر پر مغربی تہذیب کا عکس نمایاں کرنے کی بھرپور جدوجہد کی گئی، انجمن اتحاد وترقی نے عالم اسلام سے رشتہ کاٹ کر ترکی کو یورپ سے مربوط کیا۔ مصطفیٰ کمال پاشا اور ان کے جانشینوں نے سرکاری سطح پر ملک کا قبلہ تبدیل کرنے کے لیے تمام تدابیر اختیار کیں مگر ترکوں کی اسلام پسندی، مذہبی حمیت، اسلامی غیرت اور ملی جذبہ کو فنا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

مصطفیٰ کمال پاشا کے سیکولر نظریات اور مغربی طرز حکومت کے مقابلے میں ترکی میں احیاء اسلام کی ایک آواز بلند ہوئی، جو نحیف ونزار اور وسائل وذرائع سے محروم مگر ایمان کی حرارت سے معمور اور روحانیت کی طاقت سے سرشار آواز تھی۔ یہ آواز کمالی الحاد کے سیلاب پر بند باندھنے میں تو کامیاب نہ ہو سکی۔ مگر دلوں میں اسلام کی جوت ضرور جگا گئی اور تزکیہ وتربیت کے ایک مستحکم نظام کے ذریعے سیکولر افکار واقدار کو ترکی عوام کے دلوں پر حاوی نہ ہونے دیا بلکہ اپنے رسائل خطبات بیانات اور اجتماعی جدوجہد کے ذریعے عوام کا رشتہ دین اسلام سے باقی رکھا۔ اور انھیں قرآنی ہدایت سے فیض یاب ہونے پر آمادہ کیا۔ یہ آواز تھی شیخ جلیل سعید نوریؒ (۱۸۷۳ء تا ۱۹۶۰ء) کی۔ جن کی ذہانت علمی قابلیت اور خداداد اصلاحیت کی بنا پر علماء نے انھیں ''بدیع الزمان'' کا خطاب دیا۔

شیخ بدیع الزماں سعید نوریؒ کی دعوتی، اصلاحی اور اسلامی خدمات کو ترکی جمہوریہ میں تحریک اسلامی کی اساس قرار دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ آپ کے رسائل اور جماعت نے ہی کمالی الحاد کا مقابلہ کیا، سیکولر اقدار کی مخالفت کی اور دعوت وتزکیہ کے ذریعے ترکی میں احیاء اسلام کی تخم ریزی کی، جو آگے چل کر ایک شجر سایہ دار کی شکل میں پروان چڑھا۔ شیخ بدیع الزمان سعید نوریؒ اور ان کے ''رسائل نور'' نے ترک معاشرے میں اسلامی تہذیب، تربیت وتزکیہ کی جو تخم ریزی کی۔ جدید مادیت کا مقابلہ قرآن کی روشنی کے ذریعے جس حکمت وجرات سے کیا اور اس راہ کی تمام آزمائشوں کی جس مردانہ وار طریقے سے مزاحمت کی وہ اسلامی ترکی کی تاریخ کا روشن ترین باب ہے۔ انھی کوششوں کے نتیجے میں ترکی جمہوریہ میں اسلامی نشاۃ ثانیہ کے علمبردار اٹھے اور انھوں نے ساتویں دہائی کے آخر میں ملکی نظام پارٹی کی بنیاد رکھی۔ جس نے تحریک اسلامی کا واضح تصور ترک قوم کو دیا۔ اور ترکی جمہوریہ پر اسلامی نظام حیات کے نقوش مدہم ہو گئے۔

2.1- تحریک اسلامی کا آغاز

مصطفیٰ کمال اتاترک (۱۸۸۱ء تا ۱۹۳۸ء) ضیاء اگوک الپ (۱۸۷۵ء تا ۱۹۲۴) نامق کمال (۱۸۴۰ء تا ۱۸۸۸ء) اور دوسرے ترکی دانشوروں کے افکار واثرات کا ترکی قوم نے گہرا اثر قبول کیا جو ترک قومیت اور لادین ثقافت کے مدعی وعلم بردار تھے اور جنھوں نے پوری قوم کو اس کے تابناک ماضی اور عظیم ورثہ سے کاٹ کر یورپی فکر و تاریخ میں ضم ہو جانے کی دعوت دی۔

ترکی دستور کو سیکولر بنیادوں پر تشکیل دیا گیا۔اس طرح جو جماعت بھی ترکی میں برسر اقتدار آئی ،وہ عوام الناس کی خواہش اور ان کی اسلام پسندی کو عملی جامہ نہ پہنا سکی۔اور اگر اس نے کوشش کی بھی تو فوجی حکمرانوں نے آئین کی خلاف ورزی کے بہانے اقتدار پر قبضہ کرلیا۔اور عوامی حکومت کا خاتمہ کردیا یہ سلسلہ بدستور جاری ہے۔

1941ء میں ترمیم شدہ دستور میں چند اسلامی سرگرمیوں کی اجازت دی گئی۔جس سے ملک کے سیکولر کردار پر حرف نہ آتا ہو۔اس دوران اہم تبدیلی یہ ہوئی کہ کئی دینی ،مذہبی جماعتیں تشکیل پائیں،انہی حالات میں پروفیسر نجم الدین اربکان نے 1970ء میں NOP نیشنل آرڈر پارٹی کی بنیاد رکھی جس کا ترکی نام ملی نظام پارٹی رکھا گیا۔

2.2- پروفیسر نجم الدین اربکان کی شخصیت

پروفیسر نجم الدین اربکان ترکی کی شمالی سرحد پر بحر اسود کے ساحلی شہر سینوپ (Sinop) کے ایک گاؤں کوزان (Kozan) کے ایک معزز اور باوقار گھرانے میں 1926 میں پیدا ہوئے۔

آپ کے والد ترکی کی عدلیہ کے ایک اہم رکن تھے۔انہوں نے اپنے بیٹے کی دینی اور اخلاقی تربیت پر خصوصی توجہ دی،آپ کی شخصیت پر جو گہرا مذہبی رنگ نظر آتا ہے۔وہ آپ کے والد محترم کی تربیت کا نتیجہ ہے۔آپ نے ابتدائی تعلیم مقامی سیکنڈری سکول سے جب کہ اعلیٰ تعلیم استنبول کی ٹیکنیکل یونیورسٹی سے حاصل کی۔ترکی کے صدر سلیمان ڈیمرل ٹیکنیکل یونیورسٹی استنبول میں آپ کے کلاس فیلو تھے۔آپ نے مکینیکل انجینئرنگ میں بی۔ایس۔سی اور 1950 میں پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری لی۔اور پھر مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے مغربی جرمنی چلے گئے۔ 1953 میں آپ نے یونیورسٹی آف آچن (Aachen) سے مکینیکل انجینئرنگ کے ایک شعبہ تھرموڈ ئنامکس میں پی۔ایچ۔ڈی کی دوسری ڈگری حاصل کی۔

جرمنی میں قیام کے دوران آپ نے جرمن زبان پر عبور حاصل کیا۔ 1954 سے 1957 کے اوائل تک آپ مغربی جرمنی کی ایک موٹر ساز فیکٹری میں چیف ریسرچ انجینئر کے طور پر کام کرتے رہے۔اس موٹر ساز فیکٹری میں زیادہ تر سامان حرب (ٹینک اور ملٹری انجینئرنگ) تیار ہوتا تھا۔آپ جرمن انجینئرز کی اس خصوصی ٹیم میں شامل تھے۔جس نے جرمنی لیپرڈ (Leopard) ٹینک کو

جدید جنگی تقاضوں اور ضروریات کے مطابق ڈیزائن کیا تھا۔ 1957 میں آپ وطن واپس لوٹے اور گومز موٹرز (Gumus Motors) کے نام سے ایک کمپنی قائم کی۔ اس کمپنی نے ڈی ٹوز (Detuz) کے نام سے ایک موٹر ساز فیکٹری قائم کی۔ جس نے نہایت ہی قلیل وقت میں پیلسر موٹر (Pancer Motor) تیاری۔ اس فیکٹری نے ڈیزل انجن سے چلنے والی اتنی کاریں تیار کیں کہ ترکی نے بیرونی ممالک سے کاریں منگوانا چھوڑ دیں۔ اس فیکٹری کے تیار کردہ ڈیزل انجن کی بیرونی ممالک میں بھی مانگ شروع ہوگئی۔ فیکٹری کے برق رفتار پیداوار اور اعلیٰ کوالٹی نے اس کے کئی حاسد پیدا کر دیے۔ خاص طور پر یہودیوں نے جن کی تجارت، صنعت اور انجینئرنگ کے شعبہ میں اجارہ داری تھی۔ گومز موٹرز کے خلاف سازشیں شروع ہوئیں۔ مزدوروں سے ہڑتال کروائی گئی۔ حکومت نے ذمہ داران کو مزدور دشمنی کا بہانہ بنا کر فیکٹری پر قبضہ کرلیا۔ اربکان 1963 تک اس کمپنی کے ڈائریکٹر رہے بعد میں حکومت کا رویہ دیکھ کر اس سے الگ ہوگئے۔ 1964 کا پورا سال آپ مستقبل کی منصوبہ بندی کرتے رہے۔ بالآخر 1965 میں آپ اپنی مادر علمی استنبول یونیورسٹی کے شعبہ انجینئرنگ سے بحیثیت پروفیسر وابستہ ہوگئے کچھ عرصہ بعد آپ اسی شعبہ کے چیئرمین بنا دیئے گئے۔ پروفیسر اربکان 1969ء تک شعبہ یونیورسٹی سے وابستہ رہے اور اس دوران ان کے تحقیق مضامین صنعتی اور تکنیکی سرگرمیاں اور کامیابیاں عوام اور حکومت کے ایوانوں میں خراج تحسین وصول کرتی رہیں۔ یونیورسٹی کی تدریسی اور تحقیقی ذمہ داریوں کے ساتھ وہ 1956ء سے 1963ء تک صنعتی شعبہ کے ڈائریکٹر بھی رہے۔ 1967ء میں وہ چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹریز کے سیکرٹری جنرل مقرر ہوئے۔ 1968ء میں وہ چیمبر کی صدارت کے لیے ایک ممتاز ترقی پسند، سری انور باتور کے مقابلہ میں زبردست اکثریت کے ساتھ کامیاب ہوئے۔ اس اعلیٰ اور حساس منصب کے لیے ان کی کامیابی اور چیمبر کی سربراہی مشرق و مغرب دونوں کو پسند نہ آئی۔ کمیونسٹ روس، سرمایہ دار امریکہ، اور مذہبی صیہونی لابی نے اسے ایک خطرہ کی گھنٹی تصور کیا چنانچہ اس وقت کے وزیر اعظم سلیمان ڈیمریل کے واسطہ سے صدر مملکت سے شکایت کی گئی اور ساری طاقتوں نے مل کر دباؤ ڈالا کہ چیمبر آف کامرس کی سربراہی سے ڈاکٹر اربکان کو برخاست کیا جائے۔ چنانچہ آپ کو چیمبر آف کامرس کی سربراہی سے علیحدہ کر دیا گیا۔

ڈاکٹر اربکان کی سرگرمیوں اور رویوں پر مشرقی و مغربی سامراجی طاقتوں اور ترکی کے سیکولر اکابرین کی نگاہیں ان کی طالب علمی کے دور ہی سے تھیں کیونکہ ابتدا ہی سے وہ دو چیزوں کے پابند تھے۔ ''نماز اور منصوبہ بندی'' اور وہ ترکی کے قضیہ، تاریخ اور اس سے متعلق حقائق کا مکمل ادراک رکھتے تھے، ان کا پختہ یقین تھا کہ اسلام ہی وہ کشتی نجات ہے جو نہ صرف ترکی کو بلکہ پوری انسانیت کو امن و امان اور سلامتی و کامرانی سے ہم کنار کر سکتی ہے۔ 1969ء میں ترکی میں عام انتخابات کا اعلان ہوا۔ پروفیسر اربکان نے ''جسٹس پارٹی'' کے ٹکٹ پر قونیہ حلقہ سے انتخاب میں شریک ہونے کی گذارش کی۔ مگر پارٹی نے ٹکٹ دینے سے انکار کر دیا۔ مجبور ہو کر آزاد امیدوار کی حیثیت سے الیکشن میں حصہ لیا۔ ان کا انتخابی نعرہ تھا۔

''عزیز وطن، ترکی کے مقدس ورثہ کے تحفظ کے لیے''

چنانچہ انھوں نے تاریخ ساز کامیابی حاصل کی۔ جلد ہی آپ نے پارلیمنٹ میں اپنے ہم خیال احباب کا ایک محاذ قائم کرلیا۔ اور 26 جنوری 1970ء کو" ملی نظام پارٹی" کے نام سے اپنی پارٹی بنالی۔ اس پارٹی کا نشان بند مٹھی تھا۔ جو اتحاد و استحکام کی علامت تھی۔ اور اس کی شہادت کی انگلی ہوا میں لہراتی ہوئی روشن مستقبل کی جانب اشارہ کررہی تھی۔

3- ملی نظام پارٹی اور اس کا منشور

ملی نظام پارٹی کی تشکیل میں جو نظریہ کارفرما تھا اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

۱۔ اسلامی فکر اور نظریات کی بالادستی

۲۔ امت مسلمہ کی عظمت رفتہ کا احیاء

۳۔ ملک میں نظم و ضبط، خوشحالی و ترقی اور خیر و فلاح کو عام کرنا۔

۴۔ پارٹی کی جانب سے ایک اعلانیہ نشر کیا گیا، جس میں ترکی کے ماضی، حال اور مستقبل کا تجزیہ پیش کیا گیا۔ اور واضح الفاظ میں صراحت کی گئی کہ اس پارٹی کا رکن صرف وہی ہوسکتا ہے، جو پنج وقتہ نماز کا پابند ہو، اس اس کے صلاح، تقویٰ اور استقامت کے بارے میں اطمینان کرلیا گیا ہو۔

۵۔ اس پارٹی کا مقصد امت مسلمہ کی عظمت رفتہ کا احیاء ہے، یہ ہدایت اخلاق، فضائل کے زبردست ذخیرہ کی مالک ہے، اس کی تاریخ تابناک ہے۔ دور حاضر میں صاحب ایمان نوجوان یہ حوصلہ رکھتا ہے کہ وطن عزیز اور اس کے مسائل و مشکلات کو سمجھ کر اس کا مداوا کرسکے۔

ملک کے داخلی مسائل کو ملی نظام پارٹی نے دو خانوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔

مادی اور روحانی، مادی میدانوں میں پارٹی کی تنقید دو چیزوں پر شدید تھیں۔

۱۔ غیر ملکی سرمایہ اور غیر ملکی بازار پر ترکی معیشت کا انحصار۔

۲۔ قومی آمدنی میں زبردست گراوٹ اور دولت کی غیر منصفانہ تقسیم۔

ترکی کا سیکولر طبقہ اور مغرب پرست حکمران پروفیسر نجم الدین اربکان کی اسلامی فکر کو کیسے گوارا کرسکتا تھا۔ چنانچہ ملی نظام

پارٹی کی ان تنقیدوں بیانات اور اسلامی داخلہ اور خارجہ پالیسیوں کے خلاف دستوری عدالت میں سرکاری وکیل نے استغاثہ دائر کر دیا۔ اور عدالت نے اس بنیاد پر پارٹی کو تحلیل کر دیا کہ یہ ملک میں دستور کی لادینی قدروں کی توہین کر رہی ہے، چنانچہ ملی نظام پارٹی کی تشکیل کے 17 ماہ بعد مئی 1971 میں اسے خلاف قانون قرار دے دیا گیا۔

4-ملی سلامت پارٹی

مئی 1971ء میں ملی نظام پارٹی کی اسلامی جدوجہد اور عوامی مقبولیت سے گھبرا کر ترکی کے فوجی عناصر نے انقلاب برپا کر دیا اور پارٹی کو خلاف قانون قرار دے کر اس کی تمام سرگرمیوں پر پابندی لگا دی تاکہ ملک سیکولر اتاترک نظریہ کی راہ پر گامزن رہے اور اسلامی نظام کی راہ ہموار نہ ہو سکے۔ بدلتے ہوئے حالات میں تحریک اسلامی ترکی کے سربراہ پروفیسر نجم الدین اربکان نے نئی حکمت عملی اختیار کی۔ اور 11 اکتوبر 1972ء کو "ملی سلامت پارٹی" کے نام سے ایک نئی جماعت تشکیل دی۔ 1973ء میں پارلیمانی انتخابات ہوئے اور ملی سلامت پارٹی نے اس میں شرکت کی۔ 11 فیصد ووٹ حاصل کر کے اور 74 نمائندوں کو فتح یاب بنا کر پروفیسر نجم الدین اربکان نے ثابت کر دیا کہ اسلام سے محبت وعقیدت کا جذبہ ترکی قوم میں موجود ہے۔

ملی سلامت پارٹی نے پیپلز ری پبلکن پارٹی کے اشتراک سے حکومت بنائی، بلند ایجوت وزیراعظم اور پروفیسر اربکان ڈپٹی وزیراعظم بنے۔ ڈپٹی وزیراعظم کی حیثیت آپ نے جو خدمات سرانجام دیں۔ اس سے ترکی معاشرہ میں، اسلامی فکر کا احیاء، شعائر اسلام سے محبت، اور ترکی قوم کا اپنی تاریخ ورثہ سے محبت کے جذبات پروان چڑھے، اور ترکی قوم کے اندر جذبہ جہاد پیدا ہوا۔ قبرص میں ترکی فتح نصیب ہوئی۔ مدارس اور مساجد کی تعداد بڑھتی گئی۔ وزارت مذہبی امور نے گرمی کی چھٹیوں میں تمام مساجد میں قرآن کی کلاسز جاری کرنے کا حکم صادر کیا۔ فوج کے ہیڈ کوارٹر کی طرف سے تمام ملٹری کالجوں اور عسکری تربیتی اداروں کے نام حکم نامہ جاری ہوا کہ ان میں اسلامیات کی تعلیم لازمی قرار دی جائے اور اس کی وجہ بیان کی گئی کہ اسلام سپاہی کے حوصلہ کو بلند کرتا ہے۔

انہی اقدامات اور اسلامی رجحانات کے بڑھتے ہوئے اثرات اور مسلم عوام کے ابھرتے ہوئے احیائی جذبات کو دیکھ کر سیکولر طبقے گھبرا اٹھے اور فوج نے 14 ستمبر 1980ء کو انقلاب برپا کر کے پارلیمنٹ تحلیل کر دی۔ اور تمام سیاسی جماعتیں بشمول ملی سلامت پارٹی خلاف قانون قرار دے دی گئیں۔

5-رفاہ پارٹی

5.1 - تشکیل

ترکی کا سیکولر نظام جس میں ترک فوج کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اسلام کو برداشت نہیں کرتا۔ ملی سلامت پارٹی، کے جرات مندانہ اقدامات، اور عوام الناس میں اس کی پذیرائی اور اس کی اسلامی فکر اور عظیم ملی ورثہ سے وابستگی، نے فوجی طبقہ کو پریشان کر دیا۔ چنانچہ سیکولر عناصر نے پھر وہی طریقہ اپنایا، فوجی آمریت نے اقتدار پر قبضہ کرلیا۔ اور تمام سیاسی جماعتوں پر پابندی عائد کردی، اصل ہدف ''ملی سلامت پارٹی'' تھا۔

اس مرتبہ، پابندی لگنے کے بعد اسلامی تحریک کی قیادت نے باہمی مشورے سے ایک اور نام تجویز کیا اور فیصلہ ہوا کہ جونہی سیاسی آزادیاں بحال ہوں گی۔ اس نام سے سیاسی کام شروع کردیا جائے گا۔ چانچہ سیاسی پابندیاں ہٹنے اور جمہوریت بحال ہونے کے بعد اعلان کے ساتھ ہی 16 مئی 1973ء کو ''ملی رفاہ پارٹی'' میدان میں آ گئی رفاہ پارٹی اپنے نظریات سے منطقی طور پر سابقہ دو سیاسی پارٹیوں، ملی نظام پارٹی اور ملی سلامت پارٹی کی جانشین تھی۔

5.2 - منشور ومقاصد

جدید ترکی میں اسلامی بیداری اور اقامت دین کے حوالے سے منظم اور باضابطہ کوششیں پرفیسر نجم الدین اربکان کی قیادت میں شروع ہوئی، آپ نے وقت کے تقاضوں اور ملکی صورتحال کے پیش نظر، کئی ناموں سے، تحریک اسلامی کو آگے بڑھایا۔ آپ کے پیش نظر جو مقاصد رہے ان کا تذکرہ، ملی نظام پارٹی اور سلامت پارٹی کے مقاصد ومنشور کے ضمن میں کردیا گیا۔ رفاہ پارٹی کا بھی مقصد منشور وہی ہے البتہ بیسویں صدی کے آخری دہائی میں اس میں مزید وسعت پیدا ہوئی اور اسلامی نظریات کے ساتھ ساتھ، کئی ملی ضرورتوں کو بھی اجاگر کیا گیا۔ مقاصد ومنشور کو ذیل میں اختصار سے بیان کیا جاسکتا ہے۔

(۱) اسلامی نظریہ حکومت کا قیام۔

(۲) ترکی میں مسلمانوں میں عظمت رفتہ کی بحالی۔

(۳) عظیم ملی ورثہ کی بازیافت۔

(۴) قومی کی مادی اور روحانی ترقی کے لئے کوششیں۔

(۵) امت مسلمہ کے مابین تعمیری روابط، اتحاد یگانگت۔

(۶) ترکی میں صنعتی ترقی اور خوشحالی کے لئے اقدامات۔

(۷) ترکی میں اخلاقی اقدار (جو فی الحقیقت اسلامی اقدار ہیں) کی بحالی پر خصوصی توجہ۔

(۸) امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر کے مقابلے میں جسٹس آرڈر۔

(۹) ترکی کو سرمایہ دارانہ نظام سے نجات دلانا۔

(۱۰) مسلم ممالک کا ایک ایسا اتحاد تشکیل دینے کی کوشش، جو اقوام متحدہ کی جگہ لے۔

(۱۱) مسلم ممالک کا اپنا الگ دفاعی اتحاد قائم کرنا۔

(۱۲) یورپین کمیونٹی کے طرز پر مسلم ممالک کا بھی مشترکہ بازار قائم کرنا۔

(۱۳) ثقافتی سطح پر ترکی کو یورپ کا حصہ بنانے کی بجائے مسلم دنیا سے جوڑنا۔

یہ وہ منصوبہ، پروگرام اور یقین دہانی تھی، جس کے ساتھ رفاہ پارٹی نے 1987، 1991 اور 1994ء کے عام انتخابات میں شرکت کی اور اس کی حمایت میں مسلسل اضافہ ہوتا گیا۔

5.3 - رفاہ کی حکمت عملی

جدید ترکی میں قوم پرست اور سیکولر قوتوں نے آئینی اور دستوری طریقے سے عوام کو مغرب کے ہم فکر بنانے کی کوشش کی۔ اور مغربی تہذیت و ثقافت کو اختیار کرنا ہی ترکی کی ترقی کے لئے ناگزیر قرار دیا۔ چنانچہ ترکی کے عوام جن کا آبائی اور قلبی و ذہنی تعلق دین اسلام سے ہے۔ ان کو مجبور کیا کہ وہ ان تمام شعائر کو یکسر چھوڑ دیں۔ جو اسلامی تہذیت ثقافت کے آئینہ دار ہیں۔ ایسے حالات میں، اقامت دین کا کام کرنا اور کوئی تحریک برپا کرنا بہت مشکل اور کٹھن کام ہے۔ چنانچہ ترکی میں تحریک اسلامی نے اپنی حکمت عملی منصوبہ بندی، اور واضح پروگرام کے ساتھ شروع کی، اور اس کی تمام کوششیں۔ ترکی قوم کی مادی اور روحانی ترقی پر مرتکز رہیں اس تحریک اسلامی نے ترک کی خدمت کو اپنا شعار بنایا۔ معاشرتی فلاح و بہبود، قومی خوشحالی، اور قومی ترقی کو بنیاد بنا کر اپنے کام کا آغاز کیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ، چند ہی سالوں کے اندر ترک معاشرہ میں انقلاب آ گیا، سیکولرزم کی مضبوط بنیاد ہل گئی۔ معاشرہ کے اندر امن وسکون کی فضا پیدا ہوئی، رفاہ پارٹی نے اپنی سیاسی جدو جہد کو قومی ضرورت کے تحت شمار کیا۔ اور انہوں نے ابتدائی سطح سے ہی، قومی حدمات کا آغار کیا۔ ترکی بلدیات میں قومی ضرورت کے جذبہ کے تحت، حصہ لیا۔ اور بڑے قلیل وقت میں ترکی کی بلدیات اسی فیصد حصہ پر رفاہ کو کنٹرول حاصل ہوگیا۔ رفاہ پارٹی کے زیر انتظام چلنے والی بلدیات کی ایماندارانہ کارکردگی اور روزمرہ استعمال ہونے والی اشیاء کی سستی قیمتوں

میں فراہمی نے بھی اس کی عوامی مقبولیت میں اضافہ کیا۔

پروفیسر نجم الدین اربکان نے بلدیاتی انتظام کے جائزہ کے بعد اس کی کامیابی کے اسباب کا ذکر کرتے کہا کہ، رفاہ پارٹی کی کامیابی کا سبب یہ ہے کہ۔

(۱) حزب الرفاہ ہی اس قوم کے عقیدہ کی نمائندہ جماعت ہے۔

(۲) ہماری جماعت اس قوم کی قدیم تاریخ اور درخشندہ تہذیب کی نمائندگی کر رہی ہے

(۳) ان بلدیات کے ذمہ داران شب روز کی مخلصانہ جدوجہد میں مصروف ہیں۔ جس کا مشاہدہ اس قوم کا ہر فرد کر رہا ہے۔

(۴) منفعت بخش تمام پروگراموں میں ترکی عوام کو شریک کیا جاتا ہے۔

5.4 - سیاسی جدوجہد

ترکی میں تحریک اسلامی نے اپنے منشور اور مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے دستوری طریقے سے سیاسی جدوجہد کا آغاز تو ملی نظام پارٹی اور ملی سلامت پارٹی سے ہی کر دیا تھا۔ ملی سلامت پارٹی کے تحت اس کو مخلوط حکومت میں قومی خدمت کا موقع بھی ملا، جس میں اس نے مختصر عرصہ میں ملی جذبہ کے احیاء، قومی ترقی کے شاندار پروگرام اور بلدیاتی سطح پر عوام کی فلاع و بہبود کے منصوبوں کا آغار کیا اور جلد ہی بلدیات کی سطح پر تحریک اسلامی نے اپنی شاندار روایات، ایماندارانہ قیادت اور تعمیری کام کی وجہ سے عوام الناس میں مقبول ہو گئی، اسی عوامی مقبولیت کو قومی پرست اور سیکولر قوتیں برداشت نہ کر سکیں۔ اور ہر بار تحریک اسلامی کو روکنے کی کوشش کرتی رہی۔ چانچہ جب رفاہ پارٹی کا آغاز ہوا تو اس نے ابتداء سے ہی عام انتخابات میں حصہ لینا شروع کیا۔ 1987 , 1991ء اور 1994ء کے عام انتخابات میں شرکت کی اور اس کی حمایت میں مسلسل اضافہ ہوتا گیا۔ 1987ء کے انتخابات میں رفاہ پارٹی کو 2ء7 فیصد، 1991ء کے انتخابات میں 1ء17 فیصد اور 1994ء کے انتخابات میں 21 فیصد ووٹ حاصل ہوئے۔

27 مارچ 1994ء کے بلدیاتی انتخابات میں حزب الرفاہ کی شاندار کامیابی کے بعد اب یہ بات یقینی تھی کہ آئندہ عام انتخابات میں اس کی کامیابی یقینی ہے۔ چنانچہ پروفیسر نجم الدین اربکان نے عوام کے سامنے رفاہ پارٹی کی آئندہ ترجیحات کو پیش کیا۔ جس میں مندرجہ ذیل باتوں پر خصوصی توجہ دے جائے گی۔

(۱) اقتصادی بحالی۔

(۲) عقیدہ اور حریت کی آزادی۔

(۳) عالم اسلام کے ساتھ خصوصی تعلق۔

چنانچہ جب 1996ء میں عام پارلیمانی انتخابات ہوئے تو رفاہ پارٹی نے بے مثال کامیابی حاصل کی۔ اس کو 21 فیصد

ووٹوں کی حمایت سے قومی اسمبلی کی 153 نشستیں حاصل ہوئیں۔ اور ترکی کی سب سے بڑی سیاسی پارٹی کی شکل میں سامنے آئی۔ اسی بنیاد پر 3 جون 1994ء میں پروفیسر نجم الدین اربکان نے ''ٹروتھ پارٹی'' کے اشتراک سے اپنی حکومت تشکیل دی اور جدید ترکی کے پہلے اسلامی پسند وزیر اعظم ہونے کا شرف حاصل کیا۔

ڈاکٹر نجم الدین اربکان نے وزیر اعظم کی حیثیت سے سب سے پہلا بیرونی دورہ مغرب کو نظر انداز کرتے ہوئے مسلم دنیا یعنی لیبیا، ایران اور پاکستان سے شروع کیا۔ انہوں نے مسلم ممالک کا مشترکہ اقتصادی پلیٹ فارم ڈی۔ 8 تشکیل دینے میں بھی کلیدی کردار ادا کیا۔ حجاج کرام کی سہولت کے لئے بھی کئی اقدامات کئے، خواتین کے لئے دفاتر میں حجاب کے استعمال کی اجازت دی۔

رفاہ پارٹی کی معتدل حکمت عملی اور اسلام کے نفاذ کا بتدریج خاموش طریق کار کا ترک عوام نے گہرا اثر لیا۔ اور عوام کے اندر بیداری، امت مسلمہ کے احیاء، کی تحریک پیدا ہوئی۔ مگر سیکولر عناصر ان باتوں کو کب پسند کرتے تھے۔ چنانچہ اندرونی سطح پر بھی اور خارجی تناظر میں بھی رفاہ پارٹی اور اسلام پسندوں کو مختلف مسائل، خطرات، اندیشوں اور چیلنجوں کا سامنا رہا، رفاہ پارٹی کی گیارہ ماہ کی حکومت کو پارلیمنٹ میں بارہ مرتبہ عدم اعتماد کی تحریکوں کا سامنا کرنا پڑا، فوج نے شریک حکومت ٹروتھ پارٹی کی رہنماء، تانسو شیلر کو حکومت کی تائید سے ہاتھ اٹھا لینے پر آمادہ کرنا چاہا۔ اس میں ناکامی ہوئی، تو اب نائب رہنماء کے سامنے دانہ و دام پھینکا۔ اس طرح پارلیمنٹ میں حکومت اکثریت سے ہاتھ دھو بیٹھی اور مجبور ہو کر 18 جون 1997ء کو وزیر اعظم نجم الدین اربکان نے استعفٰی دے دیا۔

اس مرتبہ رفاہ پارٹی کو اقتدار سے محروم کرنے پر ہی اکتفا نہ کیا گیا۔ بلکہ اس پر پابندی لگانے کے لئے ایک نام نہاد عدالتی ڈرامہ بھی رچایا گیا۔ پارٹی کی قیادت پر دستور سے انحراف کے الزامات لگے اور دسمبر 1997ء میں پارٹی خلاف قانون قرار دے دی گئی۔ پارٹی کو خلاف قانون قرار دینے کے ساتھ ہی صف اوّل کے تمام قائدین کو بھی نااہل قرار دے کر سیاست میں حصہ لینے سے روک دیا گیا۔

6- جدید ترکی اور فضیلت پارٹی

ترکی میں اسلامی تحریک مختلف ناموں سے کام کرتی رہی ہے۔ اس کے مقاصد اور منشور میں کوئی فرق نہ آیا، مگر وقت کیساتھ ساتھ حکمت عملی اور منصوبہ بندی اور لائحہ عمل تبدیل ہوتا رہا۔ اب کی بار جب رفاہ پر پابندی لگی تو اس کی دوراندیش قیادت نے پابندی کے پیش نظر چند ارکان اسمبلی سے استعفیٰ دلوا کر پہلے ہی ''فضیلت پارٹی'' کے نام سے ایک نئی سیاسی جماعت بنالی تھی۔ رفاہ پارٹی پر پابندی عائد ہونے کے بعد جب اس کے ارکان کی حیثیت آزاد اسمبلی ممبران کی رہ گئی تو ان کی اکثریت نے فضیلت پارٹی میں شمولیت اختیار کرلی

فضیلت پارٹی کی قیادت پروفیسر نجم الدین اربکان کے ایک قریبی اور معتمد ساتھی اسماعیل الپ تگین کے سپرد ہوئی، عبوری دور کے لئے الپ تگین نے پارٹی کی قیادت کی اور پورے ملک میں نئے سرے سے اس کی صف بندی بھی مکمل کی۔ 14 مئی 1998ء کو الپ تگین نے اپنے منصب سے استعفیٰ دے دیا جس پر ''رجائی قوطان'' کو پارٹی کا سربراہ منتخب کرلیا گیا۔ ان کے ساتھ چھ نائب صدر بھی منتخب کئے گئے، فضیلت پارٹی کے اندر فکری ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ پارٹی کے لوگ پروفیسر نجم الدین اربکان ہی کو مرجع تصور کرتے ہیں، اور وہی ان کی راہنمائی بھی کرتے ہیں۔ فضیلت پارٹی آئندہ ترکی میں اسلامی تحریک کی نمائندگی کرے گی۔